8
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۱ راگست ۱۹۵۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور
ہدیہ چار آنے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

درود کے بعد کی دعا

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ دُعَآءً اَدْعُوْبِہٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو کوئی دعا سکھائیے کہ میں اپنی نماز میں مانگوں (یعنی نماز کے بعد) آپ ؐ نے فرمایا۔ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ یعنی اے اللہ میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر بڑا ظلم اور گناہوں کو سوائے تیرے کوئی نہیں بخشتا تو مجھ کو بخش دے خاص طور پر بخشنا اور مجھ پر رحم کر تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

سلام پھیرنے کا طریقہ

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ یَّسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ۔ عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا انہوں نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں سلام پھیرتے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ میں دیکھتا تھا سفیدی آپ ؐ کے رخساروں کی۔ یعنی آپ ؐ چہرہ مبارک کو اتنا پھیرتے تھے کہ اس کی سفیدی نظر آ جاتی تھی۔

نماز کے بعد امام کس طرح بیٹھے

عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوۃً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ انس کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں جانب بیٹھتے

نماز کے بعد کی دعا

عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّکُوْنَ عَنْ یَّمِیْنِہٖ یُقْبِلُ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ قَالَ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَکَ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو اس امر کو پسند کرتے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب ہوں۔ تاکہ نماز کے بعد آپ ؐ ہماری طرف منہ کر کے بیٹھیں۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے یعنی نماز کے سلام کے بعد رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَکَ یعنی میرے رب مجھ کو اپنے عذاب سے بچا اس روز جبکہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے یا جمع کرے۔

سلام کا طریقہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْمَنِ وَعَنْ یَّسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْاَیْسَرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَلَمْ یَذْکُرِ التِّرْمِذِیُّ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہٖ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہوئے دائیں جانب السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتے۔ یہاں تک کہ آپ ؐ کے دائیں رخسار کی سفیدی نظر آتی۔ اور بائیں جانب یہ کہتے السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ یہاں تک کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی نظر آتی۔

تشہد کے بعد کی دعا

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ صَلٰوتِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَ اَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَ حُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّ لِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ (رواہ النسائی و رواہ احمد نحوہ

ترجمہ۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تشہد کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَ اَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَ حُسْنَ عِبَادَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّ لِسَانًا صَادِقًا وَّ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ

یعنی اے اللہ! میں تجھ سے دین میں ثابت قدمی چاہتا ہوں اور ہدایت کا قصد رکھتا ہوں اور طلب کرتا ہوں تجھ سے تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور تیری عبادت کی خوبی اور مانگتا ہوں تجھ سے قلب سلیم اور سچی زبان اور چاہتا ہوں تجھ سے وہ بھلائی جس کو تو جانتا ہے اور پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جو تجھ کو معلوم ہے اور معافی چاہتا ہوں ان گناہوں کو جن کو تو جانتا ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۵۹ء | شمارہ ۱۵

کھلنا مل کا کاغذ

مشرقی پاکستان میں کھلنا کے مقام پر اخباری کاغذ تیار کرنے کے لئے جو مل زیر تعمیر تھی۔ وہ مکمل ہو کر چالو ہو چکی ہے اور اس میں اخباری کاغذ بننا شروع ہو گیا ہے۔ خیال ہے کہ طے شدہ پروگرام کے مطابق پاکستان میں تیار شدہ اخباری کاغذ اکتوبر تک مارکیٹ میں فروخت ہونے لگے گا۔ کاغذ کی کوالٹی کے متعلق یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ سکنڈے نیویا اور ناروے سے درآمد ہونے والے اخباری کاغذ کی کوالٹی کا مقابلہ کرے گا۔ اس وقت مارکیٹ میں جو اخباری کاغذ بک رہا ہے۔ اس میں ناروے کا تیار کردہ کاغذ اچھی کوالٹی کا شمار کیا جاتا ہے۔

ہم پر یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے ملک میں اخباری کاغذ تیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ مستقبل قریب میں ہم نہ صرف اخباری کاغذ میں دوسرے ممالک کے محتاج نہیں رہیں گے بلکہ شاید ہم یہ کاغذ برآمد بھی کر سکیں۔ ہم نے کرنافلی مل کا سفید کاغذ برآمد کرنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غیر ممالک میں کرنافلی کاغذ کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

کھلنا مل کے اخباری کاغذ کی قیمت کے متعلق کوئی اعلان نہیں کیا گیا نہ ہی اس کی تقسیم کے متعلق کچھ بتلایا گیا ہے کہ غیر ملکی کاغذ کی طرح اس کی خرید کے لئے پرمٹ کی ضرورت ہوگی یا نہیں۔ کسی چیز کی قیمت اور تقسیم پر کنٹرول کے کچھ فائدے بھی ہیں۔ اور کچھ نقصان بھی۔ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے۔ کہ ضرورت کے مطابق ہر ایک کو وقت پر کاغذ مل جاتا ہے۔ لیکن آج کل دفاتر کی جو حالت ہے۔ اس کی وجہ سے پرمٹ حاصل کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات کئی بار چکر لگانا پڑتا ہے اور گھنٹوں انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑتی ہے۔ ہماری رائے میں کنٹرول میں نفع کی بجائے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ذاتی طور پر کنٹرول کے خلاف ہیں۔

ہماری رائے میں جب تک ہم اخباری کاغذ میں خود کفیل نہیں ہو جاتے۔ باہر سے کاغذ کی درآمد بند نہ کی جائے۔ اگر غیر ملکی اور کھلنا مل کا کاغذ کچھ عرصہ تک بازار میں ساتھ ساتھ فروخت ہوتا رہے تو مقابلہ میں قیمتوں میں اضافہ ہونے کا بہت کم امکان باقی رہے گا۔

نیا حاجی کیمپ

کراچی میں صدر مملکت نے نئے حاجی کیمپ کا سنگ بنیاد رکھ دیا ہے اندازہ ہے کہ نئے حاجی کیمپ کی تعمیر کا کام شوال المکرم ۱۳۷۹ھ (اپریل ۱۹۶۰ء) تک مکمل ہو جائے گا۔ نیا کیمپ تین ہزار سے پانچ ہزار عازمین حج کے قیام کے لئے کافی ہوگا۔ یہ بندرگاہ سے قریب ہوگا۔

کراچی کا موجودہ حاجی کیمپ کسی لحاظ سے ایک اسلامی مملکت کے شایان شان نہیں تھا۔ یہ بندرگاہ سے بہت دور تھا۔ اس میں عازمین حج کے قیام کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس میں ان حضرات کو جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا ان کا ذکر وقتاً فوقتاً اخبارات کے کالموں میں آتا رہتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ایک نئے حاجی کیمپ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ سابقہ حکومتوں کو اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دینے کی توفیق نہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے یہ سعادت بھی نئی حکومت کے حصّہ میں لکھی تھی اور وہ اس کے لئے مبارکباد کی مستحق ہے۔

نئے حاجی کیمپ کی تعمیر کے علاوہ عازمین حج کو جو دقتیں اس سفر میں اندرون ملک اور ارض مقدس میں پیش آتی ہیں۔ حکومت کو ان کی طرف بھی فوراً توجہ دینی چاہیئے۔ تاکہ کیمپ کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ان دقتوں کو دور کرنے کی بھی کوئی راہ نکل آئے۔ اگر کیمپ تیار ہو گیا۔ لیکن یہ دقتیں بدستور پیش آتی رہیں تو ممکن ہے کہ تعمیر کے کام کی کوئی وقعت نہ رہے۔

ہمیں اس بات کا علم ہے کہ گذشتہ سال حج کے موقعہ پر حکومت نے ان دقتوں کا پتہ لگانے کے لئے اپنے ایک افسر کو حجاز بھیجا تھا۔ جس نے اپنی رپورٹ حکومت کے سامنے پیش کر دی ہے۔ یہ رپورٹ حکومت کے زیر غور ہے اور اس پر حکومت جو فیصلہ صادر کرے گی۔ امید ہے۔ کہ اس سے ان تکالیف کا سدِّ باب ہو سکے گا۔

قابلِ توجہ

سیلون ہندوستان کے جنوب میں ایک جزیرہ ہے۔ جس کو عام طور پر لنکا بھی کہا جاتا ہے۔ اس ملک میں بدھ مت کے پیروؤں کی اکثریت ہے حال ہی میں ان لوگوں نے اپنے ملک میں گھوڑ دوڑ (RACE) کو بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک وزیر نے انکے اس مطالبہ کی حمایت کرتے ہوئے حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ گھوڑ دوڑ کو بند کر دے۔ اس مطالبہ کے بارے میں سیلون کی حکومت کا ردِّ عمل ابھی معلوم نہیں ہو سکا۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت اس مطالبہ کو منظور کر کے گھوڑ دوڑ کو خلاف قانون قرار دے دیگی۔

گھوڑ دوڑ جوے کی ایک قسم ہے جس کو یورپ کی مہذب دنیا میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے ملک میں یہ لعنت

باقی بر صفحہ ۱۲

از عبد الرشید لدھیانوی

موازنہ دُنیا و آخرت

یہ دنیا جس میں ہم اپنی زندگی گذار رہے ہیں اور جس کو اپنی آنکھوں کانوں وغیرہ حواس سے محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح یہ ایک واقعی حقیقت ہے۔ اسی طرح آخرت بھی جس کی اطلاع اللہ کے سب پیغمبروں نے دی ہے۔ وہ بھی ایک قطعی اور یقینی حقیقت ہے اور اپنی زندگی کے اس دور میں ہمارا اس کو نہ دیکھنا اور محسوس نہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ماں کے پیٹ میں ہونے کے زمانہ میں ہم اس دنیا کو نہیں دیکھتے تھے اور محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ پھر جس طرح ہم نے یہاں آ کر اس دنیا کو دیکھ لیا اور زمین و آسمان کی وہ ہزاروں لاکھوں چیزیں ہمارے مشاہدے میں آ گئیں۔ جن کا ہم ماں کے پیٹ میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، اسی طرح مرنے کے بعد عالم آخرت میں پہنچ کر جنت و دوزخ کو اور اس عالم کی اُن تمام چیزوں کو دیکھ لیں گے اور پا لیں گے۔ جن کی اطلاع اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں نے دی ہے۔ الغرض ہماری یہ دنیا جس طرح ایک حقیقی عالم ہے۔ اسی طرح آخرت بھی مرنے کے بعد سامنے آ جانے والا ایک حقیقی اور بالکل واقعی عالم ہے۔

موازنہ دنیا و آخرت

دنیا اور اس کی ہر چیز فانی اور عارضی ہے بہ خلاف آخرت کے کہ وہ غیر فانی اور جاودانی ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ترجمہ۔ جو کوئی ہے اس (زمین) پر سب فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات آپکے پروردگار کی جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔

آخرت میں پہنچنے کے بعد انسان بھی غیر فانی بنا دیا جائے گا۔

یعنی اس کو کبھی ختم نہ ہونے والی دوامی زندگی عطا فرما دی جائے گی اور وہاں اللہ کے سعید اور خوش نصیب بندوں کو جو نعمتیں عطا ہونگی۔ ان کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۔ وہ عطا خداوندی جس کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جن اشقیاء کی بغاوت اور سرکشی اور کفر و استکبار کی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر ہوگا۔ ان کی تکلیفوں اور ان کے عذاب کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہ ہوگا۔ جیسا کہ جہنمیوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (وہ ہمیشہ اسی جہنم میں پڑے رہیں گے اور لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (ترجمہ) اور دوزخیوں کو موت بھی نہ آئے گی کہ (مر کر ہی عذاب سے چھوٹ سکیں) اور ان کے عذاب میں کبھی تخفیف بھی نہ کی جائے گی ؎

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور اس کے برعکس ہر جنتی اپنی مرضی کی زندگی گذارے گا اور اسکی ہر خواہش اور ہر آرزو پوری ہوگی۔ نیز لاکھوں برس گذرنے پر بھی کسی جنتی کا دل جنت سے اور جنت کی نعمتوں سے نہیں اُکتائے گا۔ اور نہ کسی جنتی کے دل میں جنت سے نکلنے کی خواہش پیدا ہوگی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (زخرف ع ۷) ترجمہ۔ جنت میں وہ سب کچھ ہے۔ جس کو تمہارے دل چاہیں اور جس کے نظارہ سے تمہاری آنکھوں کو لذت و سرور حاصل ہو اور تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اور سورہ کہف میں فرمایا گیا۔ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ (ترجمہ "جنتی جنت سے کہیں اور منتقل ہونا نہ چاہیں گے") دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتیں اور لذتیں بے انتہا فائق ہیں۔ بلکہ اصل لذتیں اور نعمتیں آخرت ہی کی ہیں۔ اور دنیا کی چیزوں کو اُن سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اس طرح دنیا کی سخت سے سخت تکلیفوں اور بڑے سے بڑے دکھ کو دوزخ کے ہلکے سے ہلکے درجہ کے عذاب سے بھی کوئی نسبت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی فکر و سعی بس آخرت ہی کے لئے ہو اور دنیا سے اس کا تعلق صرف ناگزیر ضرورت کے بقدر ہو۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اسکی نازل کی ہوئی کتابوں نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اور آخرت کی کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی میں ان کو کامل فلاح و بہبود کے مقام تک پہنچانے کے لئے جن چند خاص نکتوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر اور بے قیمت سمجھے اور اس سے زیادہ دل نہ لگائے اور اس کو اپنا مقصود و مطلوب نہ بنائے بلکہ آخرت کو اپنی اصلی منزل اور اپنا دوامی وطن یقین کرتے ہوئے اور دنیا کے مقابلہ میں اس کی جو قدر و قیمت ہے اور جو اہمیت ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کی کامیابی حاصل کرنے کی فکر کو اپنی تمام دنیوی فکروں پر غالب رکھے۔ پس انسان کی سعادت اور آخرت میں اس کی کامیابی کے لئے گویا یہ شرط ہے کہ دنیا اسکی نظر میں حقیر اور بے قیمت ہو اور اسکے دل کا رُخ آخرت ہی کی طرف ہو اور اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ (ترجمہ) اے اللہ زندگی تو بس آخرۃ کی زندگی ہے) اس کے دل اور اس کی روح کی صدا ہو۔

لیکن انسانوں کا عام حال یہ ہے کہ دنیا چونکہ ہر وقت اُن کے سامنے ہے اور آخرت سراسر غیب اور آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر ان

باقی بر صفحہ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۸ صفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۵۹ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ

انسانوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے

قرآن مجید سے اس عنوان پر پندرہ شواہد

برادران اسلام یہ مضمون در اصل دنیا میں بسنے والوں کے لئے ایک خطرے کی گھنٹی ہے کہ گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کا بھی یہی حال ہوتا تھا کہ جب اکثریت خدا تعالےٰ کے قانون کی باغی ہو جاتی تھی تو صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی تھی۔

پہلا شاہد

وَمَا اَکۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ . (سورہ یوسف رکوع ۱۱ - پ ۱۳)

ترجمہ۔ اور اکثر لوگ ایمان لانیوالے نہیں۔ خواہ تو کتنا ہی چاہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رح تحریر فرماتے ہیں "یعنی باوجودیکہ آپؐ کی صداقت پر ایسی واضح دلائل موجود ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں۔ جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں"۔

جب حضور انورؐ کے مبارک زمانہ

میں قرآن مجید کے متعلق انسانوں کا یہ سلوک تھا۔ جس زمانہ کو اسلام میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی زبان مبارک سے "خیر القرون" ترجمہ (زمانوں میں سے بہترین زمانہ) کا لقب ملا ہے۔ تب یہ حالت تھی۔ اس کے مقابلہ میں آج کل کے زمانہ کو "شر القرون" کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اب اس دور میں بیچارے وہ علمائے کرام جن کی زندگی کا نصب العین یہی ہو کہ اللہ تعالےٰ انسانوں کو قرآن مجید کو تہ دل سے ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ان حضرات کی سعی جمیل سے کتنے لوگ اپنی زندگی کا نصب العین قرآن مجید پر عمل کرنے کا بنائیں گے۔ باوجود اس آواز کے کانوں میں پہنچنے کے پھر اکثریت اس دور میں انسانوں کی ایسی ہے۔ جن کی زندگی قرآن مجید سے بالکل مخالف لائن پر جا رہی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۝

دوسرا

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا ۝ وَقَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا ۝ اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡھٰرَ خِلٰلَھَا تَفۡجِیۡرًا ۝ اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا اَوۡ تَاۡتِیَ بِاللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیۡلًا ۝ اَوۡ یَکُوۡنَ لَکَ بَیۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُہٗ ؕ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ھَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل - ع ۱۰ پ ۱۵)

ترجمہ۔ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر ایک قسم کی مثال بھی کھول کر بیان کر دی ہے۔ پھر بھی اکثر لوگ انکار کئے بغیر نہ رہے۔ اور کہا ہم تمہیں ہرگز نہیں مانینگے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دے۔ یا تیرے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو۔ پھر تو اس باغ میں بہت سی نہریں جاری کر دے۔ یا جیسا تو خیال کرتا ہے۔ ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دے یا تو اللہ اور فرشتوں کو روبرو لے آ۔ یا تیرے پاس کوئی سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تو تیرے چڑھنے کا بھی یقین نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ تو ہمارے پاس ایسی کتاب لائے جسے ہم بھی پڑھ سکیں۔ کہہ دو میرا رب پاک ہے۔ میں تو فقط ایک بھیجا ہوا انسان ہوں۔

دیکھ لیجئے یہ خیر القرون کے انسان ہیں۔

کہ شیطان کے پنجے میں آکر اکثریت ایسوں ہی کی ہے کہ اس اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دستور العمل (قرآن مجید) کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور کیا کیا واہیات سوالات پیغمبر خدا سے کر رہے ہیں۔ جب اس مبارک اور روشن دور زمانہ نبوی میں عام انسانوں کا یہ حال ہے۔ کہ قرآن مجید سے انکار کرنے میں طرح طرح کے بہانے بنا رہے ہیں۔ اب تو قرب قیامت ہے۔ جن برائیوں کا اس خیر القرون میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اب وہ وبائے عام کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ جن کا ذکر میرے بعض پہلے خطبات میں آ چکا ہے۔ آج کل تو بطریق اولیٰ انسانوں کی اکثریت ایسی ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کی اس کلام پاک پر عمل کرنے کا نہ ذوق ہے نہ شوق ہے اور یہ بد مذاقی یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ اُلٹا حاملین دین (علمائے کرام) پر مذاق اڑاتے ہیں۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔

تیسرا

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝
(سورۃ الفرقان رکوع ۵ پ ۱۹)

ترجمہ۔ اور ہم نے اسے لوگوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں پس بہت سے آدمی ناشکری کئے بغیر نہ رہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

(یعنی بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا۔ بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ کہیں جلد۔ کہیں بدیر جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو۔ پہنچتا رہتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اسکی تقسیم کس قادر مختار وحکیم کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ الٹے کفر اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ یہ ہی حال روحانی بارش کا ہے کہ جس کو اپنی استعداد اور ظرف کے موافق جتنا حصہ ملنا تھا مل گیا اور بہت سے اس نعمت عظمیٰ کا کفران ہی کرتے رہے)

اندازہ لگائیے

کہ جب خیرالقرون کے زمانہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے سامنے ہونے اور خود تبلیغ فرمانے پر بھی شیطان کے پنجے میں پھنسے ہوئے انسانوں کا یہ حال تھا کہ کسی طرح شیطان کے پنجے سے نکل نہیں سکتے اور حق کی مخالفت پر کمربستہ ہیں تو آج کل کے دور میں کتنے انسان ایسے ہوں گے جو دنیاوی اغراض اور خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر احکم الحاکمین کے نازل کردہ دستور حیات انسانی کو اپنا معمول بہ بنانے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

چوتھا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ۔ ع ۳۲ پ ۲)

ترجمہ۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے۔ حالانکہ وہ ہزاروں تھے۔ پھر اللہ نے ان کو فرمایا کہ مر جاؤ (وہ مر گئے) پھر انہیں زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

وہی شکایت

جو پہلے گزر چکی ہے کہ اکثر انسان اللہ تعالےٰ کے ناشکر گزار ہیں۔
اللھم لا تجعلنا منھم

پانچواں

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ ہود ع ۲۔ پ ۱۲)

ترجمہ۔ سو تو قرآن کی طرف سے شبہ میں نہ رہ۔ بے شک یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

حاصل

یہ لازمی طور پر حاصل نکلے گا۔ کہ خیرالقرون میں سیدالمرسلین خاتم النبیین کی حیات مبارکہ میں ایسے قسی القلب انسان موجود تھے اور اکثریت کی تعداد میں تھے کہ اپنی بدبختی اور شقاوت ازلی کے قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے اور اسے اپنی زندگی کا دستور العمل نہیں بنایا۔ قیاس بریں آج کل کی اندھیر نگری کے زمانہ میں تو اس تعداد سے بھی کئی گنا زائد ایسے بدنصیب انسان آپ کو نظر آئیں گے۔ جو ان علمائے کرام کی آواز پر صدق دل سے لبیک کہیں۔ جو گلے پھاڑ پھاڑ کر بلا معاوضہ قرآن کی طرف آنے اور اس کو اپنی چند روزہ اس دنیا کی فانی زندگی میں اپنا دستور العمل بنانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ قرآن مجید کی طرف دعوت دینے والے علمائے دین کی آواز پر لبیک کہیں۔ بخلاف اس کے کہ جس طرح پہلی قومیں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتی تھیں۔ اسی طرح آج کل کے متکبرین علماء کرام کو جھٹلاتے ہیں اور جس طرح وہ قومیں انبیاء علیہم السلام کی توہین کیا کرتی تھیں۔ یہ لوگ علماء دین کی توہین اپنی مجلسوں میں ایک دل لگی کا مشغلہ سمجھتے ہیں۔ اے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما۔ اور انہیں قرآن مجید کو سر اور آنکھوں پر رکھنے کی توفیق عطا فرما و ما علینا الا البلاغ

چھٹا

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (سورۃ یوسف ع ۵ پ ۱۲)

ترجمہ۔ کہا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہیں تعبیر بتلا دوں گا۔ یہ ان چیزوں سے ہے۔ جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں بے شک میں نے اس قوم کا مذہب ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتی۔ اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ اور میں اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے مذہب کا تابع ہو گیا ہوں۔ ہمیں یہ جائز نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں۔ یہ ہم پر اور سب لوگوں پر اللہ کا فضل ہے۔ لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے۔

نتیجہ وہی جو آج کل ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کے مذکور الصدر بیان سے وہی نتیجہ نکلتا ہے جو آج کل نکلا ہوا ہے کہ ان کے زمانے میں بھی آج کل کی طرح اکثر انسان اللہ تعالےٰ کے ناشکر گزار ہی ہوتے تھے۔

ساتواں ۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ یوسف ع ۵ - پ ۱۲)

ترجمہ۔ حکومت سوائے اللہ کے کسی کی نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔

حاصل

یہ ہے کہ سیدھا راستہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ لیکن اکثر آدمی اس سیدھے راستے کو نہیں جانتے۔ اس لیئے اس سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور بیشمار ایسے ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے اپنے معبود علیحدہ علیحدہ بنائے ہوئے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری نے (حالانکہ یہ لوگ پیغمبروں کی اولاد تھے) تین سو ساٹھ معبود اللہ تعالےٰ کے علاوہ تجویز کئے ہوئے تھے اور جب آپ نے اللہ تعالےٰ کے فقط ایک ہونے کا اعلان فرمایا تو سارے سیخ پا ہوگئے اور محض اسی ضد کی بنا پر آپ کی جان کے دشمن ہو گئے یا تو یہ لوگ لا الہ الا اللہ فقط ایک خدا تعالےٰ کے پجاری تھے یا تین سو اکسٹھ کے پجاری بن گئے اسے اللہ واقعی جسے تو اپنے دروازے سے ہٹا دے وہ ایسی ہی ٹھوکریں کھاتا ہے۔

آٹھواں

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

(سورۃ الرعد ع ۱ - پ ۱۳)۔

ترجمہ۔ یہ کتاب کی آئتیں ہیں اور جو کچھ تجھ پہ تیرے رب کی طرف سے اترا سو حق ہے۔ اور لیکن اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے۔

وہی شکایت

جو اس سے پہلے سات عنوانوں میں پیش کی گئی ہے۔ کہ اکثر آدمی اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے حق میں سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہے۔

نواں

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ لِیُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰذِبِیْنَ ۝

(سورۃ النحل۔ ع ۵ - پ ۱۴)۔

ترجمہ۔ اور اللہ کی سخت قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ نہیں اٹھائے گا اس شخص کو جو مر جائے گا۔ ہاں اس نے اپنے ذمے پکا وعدہ کر لیا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے تاکہ ان پر ظاہر کر دے۔ وہ بات جس میں یہ جھگڑتے ہیں۔ اور تاکہ کافر معلوم کر لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

جب کافروں نے صاف انکار کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ ہرگز دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ان کا یہ شبہ تو رفع کر دیں گے کہ دیکھ لو ہم نے اپنے وعدے کو سچا کر کے دکھایا ہے یا نہیں۔ لیکن اس یقین ہونے کا ان بد نصیبوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب تو کسی حالت میں بھی دوزخ سے نکل نہیں سکتے۔

دسواں

(غُلِبَتِ الرُّوْمُ) فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ الروم۔ رکوع ۱۔ پ ۲۱ -

ترجمہ۔ روم مغلوب ہو گئے نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند ہی سال میں پہلے اور پچھلے سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے۔ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہ غالب رحم والا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہو چکا۔ اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرے گا۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

ان آیات پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی جو اس کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں فارس (جسے ایران) کہتے ہیں اور روم مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم و فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لیئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے۔ اور روم کے نصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم انکے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی۔ مشرکین مکہ مسرور ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا تھا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔ ادھر ان کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑا۔ آخر ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گذر چکے) خسرو پرویز (کیخسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک

اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام۔ مصر۔ ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب ایرانی فاتحین لے اڑے قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکّہ نے خوب بغلیں بجائیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا۔ بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ بعض مشرکین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے۔ کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔ اس وقت قرآن نے سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا۔ کہ بے شک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہونگے اسی پیشینگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی۔ اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دونگا۔ ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دوگے۔ (یعنی اگر رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے تو تم سو اونٹ مجھے دینا) شروع میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے سے بضع سنین کی میعاد کچھ کم کر رکھی تھی۔ بعدۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے "بضع" کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیّہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو "حمص" سے پیدل چل کر "ایلیا" بیت المقدس تک پہنچوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ اور اس ضمن میں مشرکین مکّہ کو مزید خذلان و خسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکین مکّہ سے وصول کئے۔ جن کے متعلق حضورؐ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیئے جائیں۔ فللہ الحمد علیٰ نعمائہ الظاہرۃ والایۃ الباہرۃ

گیارھواں

مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ (سورہ الروم ع ۱۔ پ ۲۱۔

ترجمہ۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے عمدگی سے اور وقت مقرر تک کے لئے بنایا ہے اور بیشک بہت لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔

حالانکہ

ایک میعاد معین تک یہ جہان رہے گا اس کے بعد ایک دوسرا جہان نمودار ہوگا۔ جس کو عالم آخرت کہا جاتا ہے۔ اس جہان میں اس جہان کے رہنے والوں کے اعمال کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ خواہ وہ لوگ اس جہان کی ابتداء میں پیدا ہوئے تھے یا دنیا جہان کی زندگی کے وسط میں آئے تھے۔ یا آخری دور میں پیدا ہوئے تھے . . . .

. . . .

اور ہر شخص اس جہان میں پیدا ہو کر اس دنیا کے جہان کے اعمال کے نتائج راحت یا رنج کی صورت میں دیکھیگا اور وہاں کے راحت کے مقام کو بہشت کہا جاتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے راحت کے سامان ہی پیدا کئے ہوئے ہیں اور وہاں کے دکھ کے مقام کا نام دوزخ ہے۔ جہاں سوائے دوزخیوں کے اور کوئی ایک منٹ بھی زندہ رہ نہیں سکتا۔ دوزخی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ رہیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

بارھواں

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (سورۃ الروم ع ۴۔ پ ۲۱۔

ترجمہ۔ سو تو ایک طرف کا ہو کر دین پر سیدھا منہ کئے چلا جا۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بناوٹ میں رد و بدل نہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اسی کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ۔ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے۔ سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔

شیخ الاسلام کے حواشی

مذکورۃ الصدر آیات پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حواشی لکھے ہیں وہ مسلمانوں کے غور کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

اور وہ یہ ہیں

یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا۔ اسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یکجہتی سے تھامے رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور بدأ فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال

اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ "عہدِ الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرۃ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ بعدہٗ ماں۔ باپ اسے یہودی۔ نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حنفاء" پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغوا کر کے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہر حال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اسکی فطرۃ پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے۔ تمام انسانوں کی فطرۃ اللہ تعالےٰ نے ایسی ہی بنائی ہے۔ جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصل فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر۔ یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول حقہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں۔ گو یا ان پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ یعنی اللہ سب کا مالک، حاکم، سب سے نرالا، کوئی اس کے برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں . . . . یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس پر چلنا چاہیئے۔ ایسی ہی کسی کی جان و مال کو ستانا۔ ناموس میں عیب لگانا ہر کوئی برا جانتا ہے۔

تیرھواں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (سورة السبا۔ ع ۳۔ پ ۲۲۔)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لیئے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور کہتے ہیں۔ یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔ کہدو تمہارے لیئے ایک دن کا وعدہ ہے کہ جس سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو

اس جہان میں تمام بسنے والوں کیلئے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا تو خوشخبری سنانے والے ہیں۔ جن کی زندگی کا نصب العین حصول رضاء الٰہی باتباع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں جو عذاب الٰہی سے نڈر ہو کر گناہ کرتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ دنیا میں بسنے والے لوگوں کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ اگر تم نے دنیا کی زندگی ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر کی راہنمائی میں بسر کی تو ہم تم سے خوش ہونگے اور تمہارا ٹھکانا جنت ہوگا۔ اور اگر پیغمبر کی ہدایات کو نظر انداز کر کے کھانے پینے کمانے خرچ کرنے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ چیزوں میں اپنے نفس اور شیطان کی راہنمائی پر زندگی بسر کی تو تمہارا ٹھکانا مرنے کے بعد دوزخ ہوگا۔ جس کی آگ کا اندازہ یہ ہے کہ دنیا کی آگ ایک حصہ گرم اور وہاں کی آگ ستر حصہ گرم ہے۔ ایک اور فرق یہ ہے کہ دنیا کی آگ میں (اگر تیز ہو) تو آدمی مر جاتا ہے۔ اس آگ کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں پڑنے والوں کو موت نہیں آئے گی۔

تنبیہ

اے دنیا میں بسنے والے غافل انسانو! جو کچھ لکھا جا رہا ہے۔ وہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں لکھا جا رہا ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کو واقعی خیال کرو اور ان چیزوں کے سننے سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی اصلاح کر لو۔

پھر

قیامت کے دن تمہارا یہ عذر ہرگز قبول نہیں ہوگا کہ اے اللہ ہمیں تو یہاں کے واقعات کا علم ہی نہیں تھا۔ اگر اطلاع ہوتی تو ہم اپنی اصلاح کر کے آتے۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے منہ توڑ جواب ملے گا۔

جواب نمبر ۱

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ ۝ لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝ (سورة المؤمنون رکوع ۴۔ پ ۱۸۔)

یہاں تک کہ ہم ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے۔ فوراً وہ چلائیں گے آج کے دن مت چلاؤ۔ بیشک تم ہم سے چھڑائے نہ جاؤ گے۔ تمہیں میری آیتیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم ایڑیوں پر الٹے بھاگتے تھے۔ غرور میں آ کر اسے کہانی سمجھ کر چلے جایا کرتے تھے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب نمبر ۲

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَــُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (سورة المؤمنون ع ۶ پ ۱۸)

ترجمہ۔ اور جن کا پلہ ہلکا ہوگا تو وہی لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اپنا نقصان کیا ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔

ان کے مونہوں کو آگ جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل ہونے والے ہوں گے۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بے شک ظالم ہونگے۔ فرمائیگا اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے سو تم نے انکی ہنسی اڑائی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی ہی کرتے رہے۔ آج میں نے انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہونگے

مذاق اڑانے والے

اللہ تعالےٰ کے دیندار یعنی پابند شریعت اسلامی بندوں پر مذاق اڑانے والوں کو قرآن مجید کی گزشتہ آیات اور ان کا ترجمہ غور سے پڑھنا چاہیئے اور اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

چودھواں

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ السباع ۴ - پ ۲۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا۔ تو وہاں کے دولتمندوں نے یہی کہا کہ تم جو لے کر آئے ہو ہم نہیں مانتے اور یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے بڑھ کر ہیں اور ہمیں کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔ کہدو میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اور تمہارے مال اور اولاد ۴

۴ ایسی چیز نہیں جو تمہیں مرتبہ میں ہمارے قریب کر دیں۔ مگر جو ایمان لایا اور نیک کام کئے۔ پس وہی لوگ ہیں جن کے لئے دگنا بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا اور وہی بالاخانوں میں امن سے رہنے والے ہوں گے

پندرھواں

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ○ (سورۃ الفرقان ع ۴ - پ ۱۹)

ترجمہ۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ اکثر ۴۴

۴۴ ان میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں۔ یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ احکام الٰہی کو نہ سنتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں انہیں بجائے اس کے انسان کہا جائے حیوان کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو دل سے اسلام قبول کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور عملاً برکت عطا فرمائے اور سچے اصلی اور خالص مسلمان ہو کر دنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۷ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۳ر اگست ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

مسلمانوں میں تین قسم کے آدمی ہیں

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے ۲۔ زر پرست ۳۔ خدا پرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

تمہید

اصل عنوان بعد میں عرض کروں گا پہلے تمہید عرض کرتا ہوں۔ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے دو چیزیں رکھی ہیں۔ ۱۔ رُوح۔ ۲۔ جسم۔ روح جسم کے اندر موجود ہو تو انسان زندہ ہے۔ اگر روح جسم سے جدا ہو جائے۔ تو انسان مُردہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کی تربیت کے لئے علیحدہ علیحدہ نظام مقرر فرمائے ہیں۔ اگر ماں جننے کے بعد بچے کی تربیت نہ کرے تو بچے کو کتے اور بلیاں کھا جائیں۔ ماں بچے کی جسمانی تربیت کرتی ہے۔ باپ ضروریات بہم پہنچاتا ہے۔ اگر اپنا دودھ بچے کے لئے کافی نہ ہو تو ماں بازار سے دودھ منگوا کر اس کو پلاتی ہے پیسے باپ کما کر لاتا ہے۔ غرضیکہ ماں اور باپ دونوں مل کر بچے کی تربیت کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے حقوق کا

بار بار ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا الآیۃ (سورہ البقرہ۔ ع ۱۰۔ پ ۱)۔ (ترجمہ۔ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (رواہ ابن ماجہ) باب البر والصلۃ الفصل الثالث) ترجمہ۔ (حضرت ابوامامہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہؐ ماں باپ کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ دونوں تیرا جنت اور دوزخ ہیں) ماں اور باپ جسمانی مُربّی ہیں۔

روحانی مُربّی

روح عالم ملکوت سے لا کر انسان کے جسم کے اندر ڈالی جاتی ہے۔ حدیث شریف

میں آتا ہے کہ جب چوتھے مہینہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۱۰۔ پ ۱۵)۔ ترجمہ (اور یہ لوگ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہدو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے)

جسم اس جہان کی پیداوار ہے۔ اس لئے اس کی غذا یہیں پیدا ہوتی ہے۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہے اس لئے اس کو عالم ملکوت سے غذا پہنچائی جاتی ہے اور وہ ہے ذکر اللہ اسی لئے مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود سے فرمایا کہ تم یہاں کی پیداوار ہو اور روح آسمان سے آئی ہے۔ اس لئے تمہیں اس کے متعلق زیادہ علم نہیں دیا گیا۔ ماں باپ جسم کی تربیت کرتے ہیں۔ وہ بچہ کے لئے کھانے پینے پہننے کی چیزیں مہیا کرتے ہیں بیمار ہو جائے تو حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں۔ اصل چیز روح ہی ہے اس کی تربیت انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اب آپ کے دروازہ کے غلام کتاب وسنت کی روشنی میں لوگوں کی روح کی تربیت کریں گے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ٹھیکہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (سورۃ الحجر۔ ع ۱ پ ۱۴)۔ ترجمہ (ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں)۔

قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف بھی محفوظ ہے۔ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورۃ النجم ع ۱ پ ۲۷)۔ (ترجمہ۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے) ہمارا ایمان ہے۔ قرآن بھی وحی ہے۔ حدیث بھی وحی ہے

اس مجلس کا مقصد بھی روحانی تربیت ہے۔ میں جو کچھ عرض کرتا ہوں۔ کتاب و سنت کی روشنی میں عرض کرتا ہوں۔ اس کو وعظ نہ سمجھئے کہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا۔ بلکہ یہاں جو بھی آئے۔ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ مجھ سے کہلواتے ہیں۔ اگر آپ اس کو گوش ہوش سے سنیں گے۔ لوح دل پر لکھ کر لے جائینگے اور عمل میں لائیں گے۔ تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اگر عمل نہ کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ فلاں جمعرات کو میں نے تمہیں مجلس ذکر میں لا کر بٹھایا تھا اور اپنے ایک بندے کے ذریعہ تم کو یہ باتیں پہنچائی تھیں ان پر کیا عمل کر کے آئے ہو۔ روحانی مربی وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ ہم نے رسول اللہ ؐ کے دروازہ سے گذر کر دربار الٰہی میں پہنچنا ہے جو کتاب وسنت کا عالم نہیں۔ وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے؟

آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ایک شخص صوفی کہلائے۔ آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگوا کر لائے قبلۂ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک رسول اللہ ؐ کے مسلک کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ آسمان پر اڑ کر جانا ولایت کا کمال نہیں ہے۔ آسمان پر روز شیاطین جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو ستارے ٹوٹتے ہیں۔ یہ ان شیاطین پر بم پھینکے جاتے ہیں۔ روحانی مربی ایسی تربیت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتے ہیں۔

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج کا عنوان ہے

مسلمانوں میں تین قسم کے آدمی ہیں

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے۔ ۲۔ زر پرست ۳۔ خدا پرست

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے

وہ ہیں۔ جو اپنے نفس کا کہنا تو مانیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ؐ کا حکم نہ مانیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۴۔ پ ۱۵)۔ (ترجمہ اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے) اللہ تعالیٰ روکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمائیں۔ مگر نفس کے بندے نفس کے کہنے پر زنا ضرور کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (سورۃ المائدہ ع ۱۲ پ ۷)۔ (ترجمہ۔ اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تم نجات پاؤ)۔

نفس کے بندے اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں۔ اے اللہ! تو کہتا ہے شراب نہ پیو۔ لیکن ہم شراب ضرور پئیں گے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ الآیہ (سورۃ الجاثیہ۔ ع ۳۔ پ ۲۵)۔ (ترجمہ بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا ہو)۔ یہ نفس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے۔ جس کے سامنے انسان اپنی ہستی کی سپر ڈال دے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

اللہ تعالیٰ کی رضا ایک طرف ہو اور دنیا کا نفع دوسری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا خیال رہے۔ خواہ ایک پائی بھی گھر میں نہ آئے۔

دل کی بینائی

دل میں بینائی پیدا ہونے کے بعد ان باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ تو میں عرض کر رہا ہوں۔ دل کی بینائی کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (سورۃ الحج ع ۶ پ ۱۷)۔ (یعنی تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل

جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔ لاہور میں ایک لاکھ میں ایک بھی دل کا بینا ہوتا تو کم از کم چودہ تو ہوتے۔ اگر چودہ ہوتے تو لاہور میں فحاشی کے اڈے اور سینما بینی کا شوق اتنا نہ ہوتا۔ جتنا اب ہے۔ اگر کسی جنگل میں چودہ شکاری شکار کے لئے چلے جائیں اور سب کے پاس بندوقیں اور رائفلیں ہوں تو وہاں کسی قسم کا شکار رہ سکتا ہے؟ اللہ والے دلوں کے شکاری ہوتے ہیں۔ اگر لاہور کے چودہ کونوں پر چودہ دلوں کے شکاری ہوتے تو یہاں روحانی بیماریاں عام نہ ہوتیں۔ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہی ہوتا۔ اور لاہوریوں کی زندگیاں کتاب و سنّت کے مطابق ہوتیں۔ نہ کفر رہتا۔ نہ شرک رہتا۔ لاہوریوں کو قرآن مجید پڑھنے اور سُنّت پر چلنے کا شوق ہوتا۔ مجھے اس بات کا دُکھ ہے۔ کہ جو ان کی ہاں میں ہاں ملائے اس کو لاہوری اپنا سمجھتے ہیں۔ جو ان کو حق کہے اس کو یہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ وقت ختم ہو چکا ہے۔ آج میں نے صرف ایک قسم کے متعلق کچھ عرض کیا ہے۔ باقی دو کے متعلق انشاء اللہ آئندہ جمعرات عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نفس کا بندہ اور زر پرست بننے سے بچائے اور خدا پرست بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ موازنہ دنیا و آخرت صفحہ ۴ سے آگے

حقیقتوں کے ماننے والوں پر بھی دنیا ہی کی فکر و طلب غالب رہتی ہے۔ گویا یہ انسانوں کی ایک قسم کی فطری کمزوری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہمیشہ انسانوں کی اس غلطی اور کمزوری کی اصلاح کی کوشش ہوتی رہی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کا جو درجہ ہے اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کا جو مقام ہے۔ وہ واضح کیا جاتا رہا ہے مگر انسانوں سے اس بارہ میں غالباً ہمیشہ غلطی ہوتی رہی ہے۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ۴۴ (ترجمہ) تمہارا حال یہ ہے کہ تم (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ حالانکہ آخرت (دنیا سے بدرجہا) بہتر اور بہت زیادہ پائدار ہے۔

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (ترجمہ) "اور دنیا کی زندگی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بس (چند دنوں کا) کھیل تماشا ہے۔ اور آخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ (افسوس تم پر)۔ کیا تم اس بات کو سمجھتے نہیں؟" کہیں فرمایا گیا ہے۔

۴۴ وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (ترجمہ) اور آخرت میں (مجرموں اور باغیوں کے لئے) سخت ترین عذاب ہے اور (جو متقی ہیں) اُن کے لئے اللہ کی طرف سے بخشش اور رضا ہے اور یہ دنیوی زندگی تو بس دھوکے کا سرمایہ ہے۔ کیا خوب کہا ہے مرزا غالب نے ؎

مت فریب ہستی کے آجائیو اسد
یہ عالم تمام دام حلقۂ خیال ہے

بقیہ قابل توجہ صفحہ ۳ سے آگے :-

یورپ سے ہی آئی ہے۔ اس لئے یورپ کی تہذیب کے دلدادہ پاکستانی اس کو معیوب نہیں سمجھتے۔ اسلام نے جوئے اور شراب کو شیطان کے گندے کام کہہ کر اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے پاکستان بننے سے پہلے گھوڑ دوڑ صرف ایک دو مقامات پر ہوتی تھی۔ لیکن اب کئی جگہ ہونے لگی ہے۔ گویا یہ لعنت رو بہ ترقی ہے۔

حیرت کا مقام ہے۔ کہ پاکستان کی نئی حکومت نے اس طرف اب تک کیوں توجہ نہیں دی۔ کیا حکومت اس کے مضرات سے واقف نہیں۔ اس کی وجہ سے بے شمار مسلمان نادوں کی زندگیاں تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس لعنت کو بند کر کے دوسرے نوجوانوں کو تباہی سے بچائے۔

محمد شفیع عمر الدین ٹھٹھہ

ہلاکتِ اقوام

قسط دوم

۶۔ ہلاکت سے بچاؤ کا طریقہ

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○ (ھود۔ آیت ۱۱۷)

ترجمہ۔ اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں زبردستی سے ہلاک کر دے۔ اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانی رح

یعنی جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ نیکی کو رواج دیں۔ ظلم و فساد روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ زبردستی ہلاک کر دے۔ عذاب اسی وقت آتا ہے۔ جب لوگ کفر و عصیاں یا ظلم و طغیان میں حد سے نکل جائیں۔

اپنی حالت درست کرنے والے ملک میں فتنہ و فساد نہیں ڈالتے۔ یہ فعل منافقوں کا ہے۔ جنہیں جب ایسی باتوں سے روکا جاتا تو کہتے اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○ (البقرہ آیت ۱۱) ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ حالانکہ مصلحین کا فساد سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

مصلحین تو یہ ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ○ (الاعراف آیت ۱۷۰)

ترجمہ۔ اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں بے شک ہم نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے۔

حاصل یہ نکلا کہ مصلحین (۱) قرآن کریم کے جملہ اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہیں اور (۲) نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ان دو باتوں میں جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد آ گئے۔ جس میں یہ خصائل نہ ہوں وہ مصلح کہلانے کا ہرگز اہل نہیں۔

رَبِّ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف ۱۰۱) ترجمہ۔ اے میرے رب تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے نیک بختوں میں شامل کر دے۔

۷۔ گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب

(۱) احکام الٰہی کو جھٹلاتے تھے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○ (الانفال آیت ۵۴) ترجمہ۔ جیسے فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا۔ تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا۔ اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور سب ظالم تھے۔

ان کی ہلاکت کے اسباب یہ تھے

(۱) اللہ تعالےٰ کے احکام کا انکار کرنا

(۲) گناہ کے کام کرنا۔

(۳) ظلم پر کمربستہ رہنا۔

(۲) معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تھے

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ○ (الانبیاء آیت ۶) ترجمہ۔ ان میں سے پہلی کوئی بستی ایمان نہیں لائی تھی جسے ہم نے ہلاک کیا۔ کیا اب یہ ایمان نہیں لائیں گے

یعنی پہلی قوموں کو فرمائشی نشان دکھلائے گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بھی نہ مانے۔ آخر سنۃ اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اگر ان مشرکین مکہ کی فرمائشیں پوری کی جائیں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں۔ لا محالہ حق تعالےٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور ان کی بالکلیہ تباہی مقصود نہیں۔ بلکہ حکمت الٰہیہ فی الجملہ ان کے باقی رکھنے کی مقتضی ہے۔ (از حضرت مولانا عثمانی رح)

۳۔ تکذیب انبیاء علیہم السلام

(الف) فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الشعراء آیت ۱۳۹)۔

ترجمہ۔ پھر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا تب ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ البتہ اس میں بڑی نشانی ہے۔

یہاں قوم عاد کی ہلاکت کا بیان فرمایا انہیں اللہ تعالےٰ نے مال و دولت وافر عطا فرمائی تھی۔ اولاد بکثرت ملی تھی۔ چوپائے۔ باغات۔ چشمے اور نہریں بکثرت تھیں۔ کھیتی باڑی خوب ہوتی تھی۔ ہر طرح کا عیش و آرام میسر تھا۔ مگر انہوں نے کفران انعامات الٰہی کیا۔

(۱) شرک پر جمے رہے

(۲) حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ انہیں جھٹلاتے رہے

(۳) دولت مفید کاموں پر لگانے کی بجائے فخر و نمود کے کاموں پر برباد کرنے لگ گئے۔ بلند پایہ عمارتیں رہنے کے لئے بناتے۔ اونچے ٹیلوں پر بلند مینار بناتے۔ یہ کام پتہ دے رہے تھے کہ گویا انہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔

(۴) ظالم تھے۔ انصاف و نرمی سے کورے تھے۔ کمزوروں کی گرفت بڑی سختی سے کرتے تھے۔

ان کی ہلاکت کے لئے سخت تیز و تند آندھی بھیجی گئی۔ مضبوط مکانوں میں گھس گئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے عذاب اور ہلاکت سے نہ بچ سکے۔

(ب) فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ○ (المؤمنون آیت ۴۸) ترجمہ۔ پھر دونوں کو جھٹلایا۔ پھر ہلاک کر دیئے گئے

حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے نبوت عطا فرما کر فرعون اور اس کے سرداروں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ مگر انہوں نے تکبر کیا۔ سرکشی کی۔ اور کہا کہ ہم ان پر کیوں ایمان لائیں جن کی قوم (بنی اسرائیل) ہماری غلامی میں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرعون اپنی قوم سمیت غرق ہو گیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کمزوروں (بنی اسرائیل) کو ان کا وارث بنا دیا۔

۴۔ کفر نہیں چھوڑتے تھے۔

وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝

ترجمہ - اور جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں - ان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں۔

موضح القرآن میں ہے - یعنی کفر نہیں چھوڑتے تبھی کھپتے ہیں۔

(۵) گناہ کے کام کرتے تھے۔

(الف) وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۱۷)

ترجمہ - اور نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے قوموں کے کئی دور ہلاک کر دیئے ہیں اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا - دیکھنے والا کافی ہے۔

(حاشیہ شیخ الاسلام عثمانی رح)

یعنی کسی کو بے قصور نہیں پکڑتا - نہ غیر مناسب سزا دیتا ہے بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اس کے اوضاع و اطوار پوری طرح جان کر موزوں و مناسب برتاؤ کرتا ہے۔

(ب) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ (الانعام آیت ۶) - ترجمہ - کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں - ہم نے انہیں زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمہیں نہیں بخشا اور ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں - پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا - اور ہم نے ان کے بعد اور امتوں کو پیدا کیا۔

یعنی پہلی امتیں یکے بعد دیگرے گناہوں کی پاداش میں گرفتار ہو کر برباد ہوئیں۔

ابن کثیر میں ہے - ان میں سے ایک بھی نہ بچا - حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور ان کے بعد ان کے قائم مقام اور زمانہ آیا - اگر

وہ بھی اسی روش پر چلا تو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہوا - اتنی نظیریں جب تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں تو پھر تم عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے یہ تمہاری غفلت ہے - یاد رکھو تم خدا کے کچھ ایسے لاڈلے نہیں ہو - کہ جن کاموں کی وجہ سے اوروں کو وہ تباہ کر دے - وہ کام تم کر رہے ہو اور تم تباہی سے بچ جاؤ۔

(۶) جرم کرتے تھے

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (الدخان آیت ۳۷)

ترجمہ - کیا وہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے - ہم نے انہیں ہلاک کر دیا کیونکہ وہ مجرم تھے

۷ - دینداروں کے آزار کے درپے تھے

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الاعراف آیت ۱۲۹ ع ۱۵)

ترجمہ - انہوں نے کہا تیرے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور تیرے آنے کے بعد بھی - فرمایا تمہارا رب بہت جلد تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کی بجائے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دے گا - پھر دیکھیگا تم کیا کرتے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہو - اس خواہش کی تکمیل کی خاطر فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے گھروں میں جو لڑکے پیدا ہوتے وہ قتل کر دیئے جاتے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑا جاتا - مگر فرعون اپنی سکیم میں فیل ہو گیا - اور اس کے اپنے گھر میں شاہانہ طور سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پرورش اسکی اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتی رہی - حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد فرعون نے پھر وہی حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑا جائے - حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس موقعہ پر بنی اسرائیل کی صحیح رہنمائی فرمائی کہ وہ تعلق باللہ درست رکھیں - اس سے

مدد مانگیں اور صبر سے کام لیں - ڈٹ کر اپنے پروگرام پر عامل رہیں - ذات پاک تمہیں حکومت عطا کرے گی - کیونکہ حق اور باطل کی ٹکر میں باطل پاش پاش ہو جاتا ہے اور انجام بخیر پرہیزگاروں کا ہی ہوتا ہے - اس پر قوم نے شکایت کی - ہمارے لڑکوں کا قتل عام یہ پہلے بھی کر چکا ہے - اب پھر قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے - حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ تمہارا دشمن ہلاک ہوگا اور اس سرزمین کی حکومت تمہیں ملے گی - مگر یاد رکھنا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ - اللہ تمہارے اعمال پر نظر رکھیگا - فرعون ظلم کے باعث برباد ہوگا - تمہاری خدا ترسی - نیک نیتی - عوام الناس کی خیرخواہی عدل و انصاف کی وجہ سے حکومت تمہیں ملے گی - جب تم اچھے اخلاق چھوڑ دوگے - فرعونیوں کی طرح بداخلاق ہو جاؤگے - تو سب کچھ تم سے بھی فرعونیوں کی طرح چھین لیا جائیگا

مکہ شریف میں مسلمانوں کو کفار ہر طرح کی اذیتیں دے رہے تھے - اس جگہ ان کے لئے بشارت ہے - حضرت شاہ صاحب رح فرماتے ہیں یہ کلام نقل فرمایا - مسلمانوں کے سنانے کو یہ سورۃ مکی ہے - اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے - پھر بشارت پہنچی پردے میں -

حاصل یہ نکلا غربا پر ظلم و تشدد ہلاکت کا باعث ہے - انہیں چاہیئے کہ مصائب و تکالیف میں پست ہمت نہ ہوں اور تقویٰ کا دامن نہ چھوڑیں

(۸) حد سے بڑھنے والے تھے

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الانبیا آیت ۹) ترجمہ - پھر ہم نے ان سے وعدہ سچا کر دیا - تب انہیں اور جسے ہم نے چاہا نجات دی اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا -

(حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانی رح)

ان کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے خدا ان کی طرف وحی بھیجتا اور باوجود

بے سرو سامانی کے مخالفین کے مقابلہ میں انکی حمایت و نصرت کے وعدے کرتا تھا۔ چنانچہ اپنے وعدے سچے کر دکھائے ان کو مع رفقا کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر تباہ و غارت کر دیئے گئے۔ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بشر ہیں۔ لیکن اسی نوع کے بشر ہیں جن کی اعانت و حمایت ساری دنیا کے مقابلے میں کی جاتی ہے۔ ان کے مخالفین کو چاہیئے کہ اپنا انجام سوچ رکھیں اور پہلی قوموں کی مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔ کہیں آخرت کے حساب سے پہلے دنیا میں حساب شروع نہ کر دیا جائے۔"

دوسرے فرمایا۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۝ (الاعراف ۳۱) بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت مولانا عثمانی رح فرماتے ہیں۔ "اسراف" کے معنی "حد سے تجاوز کرنا" جسکی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً حلال کو حرام کر لے۔ یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی یا حرص سے کھانے پر گر پڑے۔ یا بدوں اشتہا کے کھانے لگے۔ یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے کہ صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کے لئے کافی نہ ہو یا مضر صحت چیزیں استعمال کرے وغیرہ۔ غلط لفظ 'اسراف' ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے۔ بیجا خرچ کرنا بھی اسکی ایک فرد ہے

نیز فرعون کے لئے فرمایا (اِنَّہٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ۝)۔ (یونس آیت ۸۳)

اور بے شک وہ حد سے گزرنیوالا تھا۔

فرعون مادی طاقت بہت رکھتا تھا بڑا سرکش بن گیا تھا۔ عدل و انصاف کو بھول بیٹھا تھا۔ کمزوروں کی حفاظت کرنے کی بجائے انہیں کچل رہا تھا۔ کفر و طغیان میں اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اپنے خالق کو بھولا دیا تھا۔ یہ حد سے گزرنا آخر رنگ لایا اور اپنے لشکر سمیت غرق ہو کر ذلت کی موت مرا۔ نیز قرآن میں آیا ہے۔ وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ۝ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ۝ (الشعراء آیت ۱۵۲-۱۵۳)

ترجمہ۔ اور ان حد سے نکلنے والوں کا کہا مت مانو جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ اور اصلاح نہیں کرتے۔

حاصل یہ نکلا حد سے نکلنے والے (۱) زمین پر فساد برپا کرنا ہی جانتے ہیں (۲) نیکی کے کام کرنے والے نیک صلاح دینے والے ہیں۔

(۹) نافرمان تھے۔

بَلٰغٌ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ۝ (الاحقاف آیت ۳۵) ترجمہ۔ آپ کا کام پہنچا دینا تھا۔ سو کیا نافرمان لوگوں کے سوا اور کوئی ہلاک ہوگا۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے احکام پہنچا دیئے۔ خود ان پر عمل کر کے دکھلا دیا۔ اب جو نہ مانے وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا سامان کر رہا ہے۔

فاسق اور نافرمان وہ ہے جو قرآن مجید کے احکام کو نہ مانے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ وَمَا یَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ۝ (البقرہ آیت ۹۹)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں اتاری ہیں اور ان سے انکار نہیں کرتے مگر فاسق۔ نیز منافقوں کی خصلتیں بیان فرمائیں وہ (۱) یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ برے کاموں کا حکم کرتے ہیں (۲) وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور نیک کاموں سے روکتے ہیں (۳) وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اور ہاتھ بند رکھتے ہیں (۴) نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ وہ اللہ کو بھول گئے۔ سو اللہ نے انہیں بھلا دیا (اللہ کی رحمت سے اپنی بدکرداریوں کے باعث دور ہو گئے) یہ خصائل بیان فرما کر فرمایا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝ (التوبہ آیت ۶۷)

ترجمہ۔ بے شک منافق وہی نافرمان ہیں

حاصل یہ نکلا کہ فاسقوں کا پروگرام قرآنی احکام کے برعکس ہوتا ہے۔ یہ لائحہ عمل ان کی ہلاکت کا باعث ہے۔

(باقی دارد)

سچا مسلمان بننے کا طریقہ

از مرزا عبد المجید
فسٹ ایر سٹوڈنٹ جھنگ صدر

اللہ و رسول پر ایمان لانے کے اور توحید و رسالت کی گواہی کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں "نماز" ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے۔ جو دن رات میں پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔ نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر ٹھیک وقت پر اور ٹھیک طریقے سے ادا کی جائے اور اللہ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان سے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس کی برکت سے نمازی میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔ نیکی اور سچائی کی محبت اور خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام میں دوسرے فرضوں سے زیادہ اس کی تاکید ہے۔ اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا۔ کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس آ کر اسلام قبول کرتا تو آپ توحید کی تعلیم کے بعد پہلا عہد اس سے "نماز" ہی کا لیا کرتے تھے۔ الغرض کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد اور رکن ہے "رکن" عربی میں ستون کو کہتے ہیں جس طرح ایک عمارت میں چھتیں۔ کھڑکیاں۔ در اور دروازے۔ الماریاں اور روشندان سب کچھ ہوتا ہے لیکن ان سب کا سہارا اور قیام ستونوں پہ ہوتا ہے۔ اگر ستونوں کو نکال دیا جائے تو پھر چھت اور تمام اجزائے مکان بیکار ہی نہیں۔ بلکہ مسمار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی عمارت کے قیام کا دار و مدار انہی چند اصولوں پر ہے۔ اخلاق اسلامی حاصل کرنے اور خود کو مسلم کامل بنانے کے لئے ان اصولوں پر کاربند ہونا اشد ضروری و لابدی ہے۔

اگر مکان کے نیچے سے ستونوں کو نکال دیا جائے تو کوئی مکان مکان نہیں رہے گا۔ بلکہ عالیشان عمارت بھی کھنڈر بن کر رہ جائے گی۔ اسی طرح اگر ان اصولوں (ارکان اسلام) کو چھوڑ دیا جائے تو پھر اس کا اسلام اسلام نہیں رہتا۔ بلکہ ایک ڈھونگ ایک ڈھکوسلا اور ایک فریب بن کر رہ جاتا ہے

باقی برصفحہ ۱۷

از عبدالرحمٰن لدھیانوی

قیامت کا دن

گزشتہ سے پیوستہ

ارشادات نبویؐ

(۶) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں کیونکر خوش اور بے غم ہو کر رہ سکتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ صور والا فرشتہ (اسرافیل) صور کو منہ میں لئے ہوئے ہے اور اپنا کان اس نے لگائے رکھا ہے اور اس کی پیشانی خمیدہ اور جھکی ہوئی ہے۔ وہ انتظار کر رہا ہے کہ کب اس کو صور کے پھونک دینے کا حکم ہو اور وہ پھونک دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! تو ہمیں آپؐ کا کیا حکم ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ جب معاملہ اتنا خطرناک ہے تو ہماری رہنمائی فرمایئے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بچنے کے لئے ہم کیا کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہتے رہا کرو۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ترمذی)

(۷) ابورزین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ عرض کیا یا رسول اللہؐ! اللہ تعالےٰ مخلوق کو دوبارہ کیسے پیدا کرے گا اور اس جہان میں اسکی مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے۔ کیا دلیل اور کیا مثال ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے لئے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ تم اپنی قوم کی وادی پر ایسی حالت میں گزرے ہو جبکہ وہ پانی نہ برسنے کی وجہ سے سبزے سے خالی اور خشک ہو اور پھر کبھی ایسی حالت میں گزرے ہو کہ پانی برس جانے کی وجہ سے وہ ہری لہلہا رہی ہو۔ ابورزینؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا ہاں ایسا ہوا ہے اور میں نے یہ دونوں منظر دیکھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ بس حیات بعد الموت کو سمجھنے کے لئے یہی اللہ کی نشانی ہے اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق میں مردوں کو ایسے ہی زندہ کر دے گا۔

(۸) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی یہ خوشی ہو۔ یعنی جو یہ چاہے کہ قیامت کا منظر وہ اس طرح دیکھے کہ گویا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ قرآن مجید کی سورۃ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھے

(۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ زلزال کی یہ آیت تلاوت فرمائی يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (جس کا مطلب یہ ہے) کہ قیامت کے دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی۔ پھر حاضرین سے فرمایا کیا تم جانتے ہو۔ کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندہ اور بندی کے متعلق شہادت دے گی کہ اس نے فلاں دن میرے اوپر فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں عمل کیا تھا۔ بس یہ ہیں زمین کی خبریں جو قیامت کے دن وہ بیان کرے گی (مسند احمد و ترمذی)

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ ارشاد فرماتے تھے قیامت کے دن سورج مخلوق سے بہت قریب ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ان سے صرف ایک میل کے بقدر رہ جائیگا اور اس کی گرمی سے لوگ بقدر اپنے اعمال کے پسینہ پسینہ ہو جائیں گے۔ پس بعض وہ ہوں گے۔ جن کا پسینہ اُن کے ٹخنوں تک آئے گا اور بعض کا پسینہ اُن کے گھٹنوں تک ہوگا۔ اور بعض کا اُن کے کولھوں کے اوپر تک۔ یعنی کمر تک اور بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے منہ میں جا رہا ہوگا۔ (مسلم)

(۱۰) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب آدمی تین قسموں اور تین گروہوں میں اُٹھائے جائیں گے (۱) پیدل چلنے والے (۲) سوار (۳) منہ کے بل چلنے والے عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ یہ تیسرے گروہ والے منہ کے بل کس طرح چل سکیں گے آپؐ نے فرمایا جس اللہ نے ان کو پاؤں کے بل چلایا ہے۔ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ ان کو منہ کے بل چلائے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے منہ کے ذریعہ ہی زمین کے ہر ٹیلے پر ٹھہریں گے اور ہر کانٹے سے بچیں گے۔ (ترمذی)

(۱۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مرے گا۔ اس کو مرنے کے بعد اپنی زندگی پر ندامت اور پشیمانی ضرور ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ حضرت! اس کو ندامت کیوں ہوگی؟ اور اس کا سبب کیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ مرنے والا نیکوکار ہوگا تو اس کو تو اسکی ندامت و حسرت ہوگی کہ اس نے نیکوکاری میں اور زیادہ ترقی کیوں نہیں کی۔ اور جو حسنات وہ کما کر لایا ہے اس سے زیادہ کیوں نہیں کما کے لایا اور اگر وہ بدکار ہوگا۔ تو اس کو اسکی ندامت اور حسرت ہوگی کہ وہ بدکاری سے باز کیوں نہیں آیا۔

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرب قیامت میں علم اُٹھا لیا جائے گا۔ اور طرح طرح کے فتنے ظاہر ہوں گے۔ بخل اور ہرج (جنگ) کی کثرت ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہرج کیا چیز ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ قتل کرنا۔ یعنی قتل کثرت سے شروع ہو جائے گا۔

(۱۳) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا۔ جہل بہت کثرت سے ہوگا۔ زنا اور شراب خوری کی کثرت ہوگی۔ مرد کم عورتیں زیادہ۔ حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی حفاظت کرنے والا ایک مرد ہوگا۔

(۱۴) حضرت جابر ابن سمرہؓ کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت سے پہلے جھوٹے نبی پیدا ہونگے۔ ان سے بچے رہنا۔

جب امانتداری جاتی رہے گی تو تم کو قیامت کا انتظار کرنا چاہیئے امانت کے ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نا اہلوں کے سپرد کی جائے۔

(۱۵) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت آئے گی۔ جب مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ آدمی اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال کر زکوٰۃ لینے والے کی تلاش کرے گا تو اس کو ایسا شخص کوئی نہیں ملے گا۔ جو اس کے مال کی زکوٰۃ لے اور قرب قیامت اس وقت ہوگا کہ جب سرزمین عرب میں سرسبزی ہوگی اور نہریں جاری ہونگی

۱۶۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے حضور کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ قیامت کی علامتوں میں سے پہلی علامت یہ ہے کہ مشرق سے ایک آتش پیدا ہوگی۔ جو لوگوں کو مغرب میں لے جاکر مجتمع کردیگی

۱۷۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب غنیمت کو دولت خیال کیا جائے۔ اور امانت کو غنیمت شمار کیا جائے اور زکوٰۃ دینے کو تاوان خیال کیا جائے اور علم کو دُنیا کے واسطے حاصل کیا جائے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کی نافرمانی اور اپنے دوست سے خلوص اور باپ سے دوری، مسجدوں میں خوب زور سے آوازیں نکلنا شروع ہو جائیں اور قوم کا سردار فاسق ہو جائے اور رذیل شخص چودھری بن جائے۔ اور آدمی کی برائی کی وجہ سے اس کی تعظیم کی جائے اور رقص و سرود۔ شراب خوری کی کثرت ہو۔ اور اس امت کے آخری لوگ پہلے بزرگوں کو بُرا کہیں تو اس وقت تم ایک سرخ رنگ آندھی، زلزلے اور زمین میں دھنسنے اور صورتوں کے بگڑنے اور سنگباری ہونیکا اور اسکے علاوہ بہت سے علامات کے درپے ہونیکا انتظار کرو۔ کیونکہ پھر یہ علامات ایسی واقع ہونگی۔ جیسے کوئی لڑی ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پیہم گرنے لگیں

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا خاتمہ اس وقت ہوگا۔ جب میرا ہمنام شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ تمام عرب کا مالک ہو جائے۔ اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ تمام دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی۔

(۱۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا۔ جتنی دیر میں ایک فرض نماز ادا کر لیتا ہے (از مشکوٰۃ باب القیامہ)

(۲۰) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ قیامت کے روز برہنہ تن۔ برہنہ پا۔ بے ختنہ کئے ہوئے جمع کئے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس صورت میں تو ہر مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ فرمایا اے عائشہ! وہ ایسا سختی کا وقت ہوگا کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی (مشکوٰۃ باب الحشر) یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا پ۲۹ ع ۱۳۔ اس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی۔

بقیہ سچا مُسلمان بننے کا طریقہ صفحہ ۱۵ سے آگے

نماز نہ پڑھنا اور نماز نہ پڑھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نماز نہ پڑھنے کو کفر کی بات اور کافروں کا طریقہ قرار دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے۔ اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر نماز چھوڑ دے گا تو کفر سے مل جائیگا اور اس کا یہ عمل کافروں کا سا عمل ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے "اسلام میں اس کا کچھ حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو۔ نماز پڑھنا کتنی بڑی دولت اور کیسی نیک بختی ہے اور نماز چھوڑنا کتنی بڑی ہلاکت اور کیسی بدبختی ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک حدیث اور سنئے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی نماز کو اچھی طرح اور پابندی سے ادا کرے گا۔ تو اس کے واسطے وہ قیامت میں نور ہو جائیگی اور اس کے لئے ایمان و اسلام کی دلیل ہوگی اور نجات دلانے کا ذریعہ بنے گی اور جو کوئی اس کو خیال سے اور پابندی سے ادا نہیں کرے گا تو وہ اس کے لئے نہ نور ہوگی اور نہ دلیل بنے گی اور نہ وہ اس کو عذاب سے نجات دلائے گی۔ اور وہ شخص قیامت میں قارون۔ فرعون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی میدان حشر میں رسوائی

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذلت رسوائی اٹھانا پڑے گی اس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّ یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ۙ خَاشِعَۃً اَبۡصَارُہُمۡ تَرۡہَقُہُمۡ ذِلَّۃٌ ؕ وَ قَدۡ کَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَ ہُمۡ سٰلِمُوۡنَ ۝ (سورۃ ن) (ترجمہ) جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائیگی اور لوگوں کو سجدہ کی طرف بلایا جائیگا۔ پس یہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ اور یہ لوگ دنیا میں سجدے کی طرف بلائے جاتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے۔

در اصل نماز نہ پڑھنے والا شخص ایک طرح سے خدا کا باغی ہے اور وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔

نماز کی برکتیں

جو بندہ پانچ وقت اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہو کر دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ اس کے سامنے جھکتا ہے اور سجدہ میں گرتا ہے اور اس سے دعائیں کرتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت و رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بڑی اچھی مثال دے کر فرمایا۔

"بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو۔ جس میں وہ ہر روز میں پانچ دفعہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل رہے گا۔ لوگوں نے عرض

کیا۔ حضورؐ کچھ بھی نہیں رہے گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ پس پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہی ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "پانچ نمازیں اللہ تعالےٰ نے فرض کی ہیں۔ جس نے اچھی طرح ان کے لئے وضو کیا۔ اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع سجدہ بھی جیسے کرنا تھا۔ ویسے ہی کیا۔ اور ان کو خوب خشوع کے ساتھ ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا (یعنی جس نے اتنی اچھی طرح نماز نہ پڑھی تو اس کے لئے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا۔ اور چاہے گا تو سزا دے گا۔"

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ آخرت کے عذاب سے نجات پائیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ہی ہم کو بخش دیں۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اس حدیث شریف کے مضمون کے مطابق پانچوں وقت کی نماز ہم اچھے سے اچھے طریقے سے پڑھا کریں۔

اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو سچا مسلمان اور پکا نمازی بننے اور صحیح طریق پر نماز پڑھنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

از حکیم شمس الدین احمد قریشی ٹیکسلا

موت کے وقت کی آسانی اور شدت کی وجہ

موت کے وقت مومن اور کافر دونوں پر سختی بھی ہوتی ہے اور آسانی بھی۔ مومن کے لئے سختی رحمت ہے کہ کفارہ گناہ ہے اور ترقی درجات کا ذریعہ ہے اور کافر کے لئے آخرت کی منزلوں میں سے منزل اول موت کا اولین عذاب اور سختی ہے جو اسے پہنچائی جاتی ہے۔

اور کبھی کافر کے بعض اچھے اعمال کی بدولت موت کے وقت جوکہ اسکی زندگی کے آخری ایام میں سے ہے اللہ تعالیٰ آسانی پیدا کر دیتے ہیں۔

طبرانی نے وہب ابن الورد دینوریؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تب تک دنیا سے کسی کو نہیں اٹھاتا۔ جب تک کہ یہ موت اس کے لئے رحمت نہیں ہو جاتی۔

ہر گناہ کے عوض میں مومن کے لئے مصیبتیں اور بیماریاں بھیجتا ہوں اور اہل دولت کو رزق و معاش کی صعوبتیں اور تنگیاں پہنچاتا ہوں۔ اگر (اس کے باوجود بھی) کسی مومن کے گناہوں میں سے کچھ باقی رہ جائے تو اس کو موت کے وقت سختی میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ گناہوں سے پاک ہو کر مرے اور ایسا ہو جائے جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک آیا تھا۔

اور جس کافر کے حق میں عذاب کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس کی ہر نیکی کے عوض میں صحت بدن۔ فراخی رزق۔ راحت زندگانی اور امن دے دیتا ہوں۔ اگر اس کے باوجود بھی اس کی نیکیوں میں سے کوئی باقی رہ جائے تو موت کے وقت اس پر آسانی کرتا ہوں تاکہ موت کے بعد اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہے کہ آتش دوزخ سے ذریعہ پناہ بن سکے۔

اور ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو ہر چیز کی وجہ سے ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ شدت موت بھی اسکی ترقی درجات کا ذریعہ ہے۔

گویا دارالعمل یعنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں جبکہ اس مرنے والے سے قوت عمل کو سلب کیا جا رہا ہے۔ شدت موت کی وجہ سے ترقی درجات وعلو منازل کرایا جا رہا ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان کریمی و رحیمی۔ اللھم ارزقنا ھذہ النعمۃ۔

سوءِ خاتمہ کے بعض اسباب

برے خاتمے کے چند اسباب کو نقل کئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس عاجز سمیت تمام قارئین اور جمیع مومنین کو ان اعمال قبیحہ سے محفوظ فرمائے۔ جن کی وجہ سے انسان کا خاتمہ برا ہو اور جہنمی بن جائے۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم نے "تذکرۃ الموتیٰ والقبور" میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اسباب سوء خاتمہ چار ہیں اعاذنا اللہ منہا۔

(۱) نماز میں سستی۔ ۲۔ شراب نوشی۔
۳۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی۔
۴۔ مسلمانوں کو ایذا دینا۔

ہم میں سے ہر شخص اپنے بارہ میں غور کرلے کہ کس قدر ہم نماز کے بارے میں کسل مند اور سست ہیں۔ بلکہ اس عظیم ترین عمل سے سراسر غافل ہیں اور شراب کو مختلف طریقوں اور حیلوں بہانوں سے استعمال میں لایا جا رہا ہے۔

جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے کہ شراب بنانے والے بیچنے والے ـ خریدنے والے۔ پینے والے اور پلانے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہم میں سے ہر شخص اپنی زندگی کے مختلف شعبوں پر نگاہ دوڑائے کہ کلمہ پڑھنے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے باوجود شادی میں، غمی میں، ختنہ میں، خرید و فروخت میں۔ خورد و نوش میں، بازار میں، منڈی میں کس قدر

باقی برصفحہ ۲۰

ایک ضروری اطلاع

۱۴ر جولائی سے مولوی محمد حنیف صاحب نابینا مدرسہ عربیہ حسینیہ تعلیم القرآن شہداد پور کی سفارت سے الگ ہو گئے ہیں۔ آئندہ رقم وغیرہ مہتمم مدرسہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کے نام ارسال کریں۔

خادم مدرسہ رحمت علی ملک مسجد مدرسہ عربیہ حسینیہ تعلیم القرآن شہداد پور

بچوں کا صفحہ

کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

اپنے اسلاف کی خیرات کا حال

ہارون رشید نے پانسو دینار (اشرفیاں) ایک مرتبہ حضرت امام مالکؒ کی نذر کئے۔ حضرت لیث ابن سعدؒ کو اس کا علم ہوا۔ انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت امام مالکؒ کے پاس نذرانہ میں بھیجے۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوا کہ تم رعایا ہو کر بادشاہ سے بڑھنا چاہتے ہو۔ (گویا میری توہین مقصود ہے) لیثؒ نے کہا۔ امیرالمومنین یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ آج کل میری روزانہ کی آمدنی ایک ہزار دینار ہے۔ مجھے غیرت آئی کہ اتنے بڑے جلیل القدر امام کو میں نذرانہ پیش کروں اور اپنی ایک دن سے بھی کم کی آمدنی دوں۔ حضرت لیثؒ کا مستقل معمول بھی تھا کہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں سو اشرفیاں سالانہ پیش کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی نذرانے آتے رہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ کے فضل سے حضرت امام مالکؒ بسا اوقات مقروض رہتے تھے اور خود یہ حضرت لیث ابن سعدؒ مشہور محدثین اور علماء میں ہیں۔ جن کی روزانہ کی اس وقت آمدنی ایک ہزار دینار (اشرفیاں) تھے۔ مگر عمر بھر میں کبھی اُن کے ذمہ زکواۃ واجب نہیں ہوئی۔ مختلف زمانوں میں ان کی آمدنی مختلف رہی تھی اور ایسا ہوا ہی کرتا ہے کہ آمدنی کم و بیش ہوتی رہا کرتی ہے۔ لیکن زکواۃ کسی زمانہ بھی واجب نہ ہوئی۔ زکواۃ تو جب واجب ہو۔ جب کوئی جمع کر کے رکھے بھی۔ محمد بن رمحؒ کہتے ہیں کہ حضرت لیثؒ کی سالانہ آمدنی ہر سال اسّی ہزار دینار تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے کبھی ان پر ایک درم بھی زکواۃ واجب نہیں کی۔ خود اُن کے بیٹے شعیبؒ کہتے ہیں۔ کہ میرے والد کی آمدنی بیس پچیس ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی۔ مگر وہ ہمیشہ مقروض ہی رہتے تھے (اتحاف)

ابتداء میں بیس پچیس ہزار ہو گی جس پر قرضہ ہوتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود وہ سب کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ اس وجہ سے اس کا بڑھنا ضروری تھا۔ اس لئے کسی وقت میں ایک ہزار روزانہ بھی ہو گئی ہو گی۔

ایک عورت حضرت لیثؒ کے پاس ایک پیالی لے کر آئی کہ مجھے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو تو مرحمت فرما دیجئے۔ انہوں نے ایک مشک شہد کی اس کے حوالے کر دی۔ کسی نے کہا کہ وہ تو تھوڑا سا مانگتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کا فعل تھا کہ اُس نے اپنی حاجت کے بقدر مانگا۔ مجھے اس کے موافق دینا چاہیئے تھا۔ جتنا میرے اللہ نے مجھ پر احسان فرما رکھا ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ان کے ایک باغ کا پھل خریدا۔ اس میں خریداروں کو نقصان ہوا۔ ان کو اطلاع ہوئی۔ انہوں نے باغ کی بیع کا معاملہ فسخ کر دیا۔ ان کی قیمت واپس کر دی اور ان کو اپنے پاس سے پچاس دینار (اشرفیاں) نذر کئے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کس چیز کا تاوان دیا۔ فرمانے لگے کہ ان لوگوں نے میرے باغ سے نفع کی امید باندھی تھی۔ میرا دل چاہا کہ ان کی امید پوری کر دوں (اتحاف)

حضرت اعمش سلیمان بن مہرانؒ مشہور محدث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک بکری تھی وہ بیمار ہو گئی۔ حضرت خیثمہ بن عبدالرحمٰنؒ روزانہ صبح کو اور شام کو دو وقت اس بکری کی عیادت کرنے میرے پاس تشریف لاتے۔ بکری کا حال پوچھتے اور یہ بھی دریافت کرتے کہ بچوں کو دودھ تو ملتا نہیں ہو گا۔ وہ ضد تو نہیں کرتے۔ بکری نے کچھ کھایا یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ہمیشہ چلتے ہوئے جس ٹاٹ پر میں بیٹھا کرتا تھا اس کے نیچے کچھ ڈال جاتے کہ یہ بچوں کے لئے اٹھا لینا۔ بکری کی بیماری کے زمانہ میں تین سو دینار (اشرفیاں) سے زیادہ مجھے ان کے احسان سے ملا۔ مجھے یہ خواہش ہونے لگی کہ یہ بکری بیمار ہی رہے تو اچھا ہے (اتحاف)

عبدالمالک بن مروانؒ نے حضرت اسماء بن خارجہؒ سے پوچھا کہ مجھے تمہاری بعض عادتیں بہت اچھی پہنچی ہیں۔ تم اپنے معمولات مجھے بتاؤ۔ انہوں نے عذر کر دیا کہ میری کیا عادت اچھی ہو سکتی ہے۔ دوسروں کی عادتیں بہت بہت اچھی ہیں۔ ان سے دریافت کریں۔ مگر جب انہوں نے اصرار سے قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے تین چیزوں کا اہتمام ہمیشہ رہا۔ ایک یہ کہ کبھی کسی بیٹھنے والے کی طرف میں نے پاؤں نہیں پھیلایا۔ دوسرے جب میں نے کھانا پکایا اور اس پر لوگوں کو بلایا۔ تو ان کھانے والوں کا میں نے اپنے اوپر احسان اس سے بہت زیادہ سمجھا جتنا میرا ان پر ہو۔ تیسرے جب مجھ سے کسی ضرورت مند نے کوئی سوال کیا۔ میں نے اس کے دینے میں کسی مقدار کو بھی زائد نہیں سمجھا (جو کچھ دیا اس کو ہمیشہ کم ہی سمجھتا رہا) (اتحاف)

حضرت قیس بن سعد خزرجیؓ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور احباب میں سے کوئی عیادت کو نہ آیا۔ جس پر ان کو تعجب ہوا۔ بالخصوص جن کی آمد و رفت زیادہ تھی۔ صحت کے زمانہ میں اکثر آیا کرتے تھے۔ گھر کے لوگوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہر شخص تمہارا مقروض ہے۔ ایسی حالت میں بغیر قرضہ لئے ہوئے آنے سے لوگوں کو شرم آتی ہے۔ فرمانے لگے۔ کہ اس کم بخت مال کا ستیاناس ہو۔ یہ دوستوں کی ملاقات بھی چھڑا دیتا ہے یہ کہہ کر ایک شخص کو بلایا اور اُس

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی ۔۔۔۔ تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

کے ذریعہ سے شہر میں منادی کرائی کہ قیس کا جس جس کے ذمہ قرضہ ہے۔ وہ قیس نے سب کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد جو عیادت کرنے والوں کا ہجوم ہوا تو دروازہ کی دہلیز بھی ٹوٹ گئی (اتحاف)

حضرت سعید بن خالد اموی بہت زیادہ مالدار تھے۔ عرب میں ان کی ثروت ضرب المثل تھی۔ ان کا دستور تھا کہ جب کوئی حاجت مند ان کے پاس آتا تو جو موجود ہوتا اس میں بخل نہ کرتے۔ لیکن اگر کسی وقت کچھ نہ ہوتا تو اس کو ایک اقرار نامہ لکھ کر دیتے کہ جب میرے پاس کہیں سے کچھ آئے گا (یا میں مر جاؤں) تو اس رقعہ کے ذریعہ سے وصول کر لینا۔ (اتحاف)

حضرت امام شافعیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا غسل میت محمد بن عبداللہ بن عبدالحکمؒ دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو محمدؒ کو اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کے حساب کا رجسٹر پہلے مجھے دکھاؤ۔ رجسٹر لایا گیا۔ اس میں حضرت امامؒ کے ذمہ جو قرضہ لوگوں کا تھا۔ وہ حساب کر کے جمع کیا اس کی مقدار ستر ہزار درہم تھی۔ محمدؒ نے فرمایا کہ یہ سب قرضہ میرے ذمہ ہے۔ اپنی ذمگی کا کاغذ لکھ دیا اور فرمایا کہ میرے غسل دینے سے یہی مراد تھی۔ اور اس کے بعد اس سارے قرضہ کو ادا کر دیا۔ (اتحاف)

بقیہ موت کی آسانی اور سختی صفحہ ۱۸ سے آگے

ہم اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ اور کس قدر نا فرمانی؟

رہی چوتھی بات مسلمانوں کی ایذارسانی کی تو مسلمان کے ہاتھ سے اپنے بھائی مسلمان کی نہ جان محفوظ ہے نہ عزت و ناموس اور نہ مال محفوظ ہے۔ اور یہاں تک امت مسلمہ کی اکثریت قعر مذلت میں گرتی چلی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کے نام تک کو بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ اور ایسا حلیہ مسخ کیا ہے کہ الامان والحفیظ۔ گھنٹوں سوچیئے پتہ نہیں چلتا کہ اصل نام کیا تھا۔

حسن خاتمہ کی ایک بڑی علامت

خاتمہ علی الخیر والایمان کی بھی بہت ساری علامات ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک اہم ترین بات کو نقل کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالٰے کسی بندہ سے نیکی کا ارادہ فرماتا ہے تو موت سے پیشتر اسے نیک عمل کی توفیق بخشتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پڑوسی اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔ (رواہ احمد)

ہر مسلمان کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ ہمارے تعلقات اپنے پڑوسیوں سے کیسے ہیں۔ اور ہم کس قدر ان کے حقوق ادا کر رہے ہیں۔ جبکہ بوقت موت پڑوسی کی رضا و خوشی کو دلیل حسن خاتمہ قرار دیا گیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارا پڑوسی ہماری ایذارسانی کی وجہ سے پریشان ہو اور اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے ہوں۔ اور زبان سے کہتا ہو۔ کہ اے اللہ مجھے اس ظالم پڑوسی سے نجات دے۔ جس کی وجہ سے میری جان و مال۔ عزت و آبرو کوئی چیز محفوظ نہیں۔

اللہ تعالٰی تمام انسانوں کو موت کی فکر نصیب فرماوے اور حسن خاتمہ کی دولت مرحمت فرماوے۔ آمین۔

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور سے شائع ہوا